دادو تحسین کے ڈونگرے برساتے رہے کہ وہ محنت شاقہ سے ڈاکٹر خان کے مفروضہ زیرِ زمیں سلسلہ کی ''گھناؤنی کڑیاں'' تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ کروسیڈی بش نے بوکھلاہٹ میں جن مکروہ عزائم کا اظہار کیا ہے وہ اصل زمینی حقائق ہیں، جن سے آنکھیں چرا کر نامعلوم دہشت گردی کے خلاف امریکی اتحادی فرنٹ مین نے ملکی سلامتی کو بے پناہ خفی و جلی خطرات میں دھکیل دیا ہے۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ ایران، لیبیا اور شمالی کوریا کی طرف سے تمام الزامات کی کھلم کھلا تردیدوں کے بعد پاکستانی سائنسدانوں کی حراست اور ڈاکٹر خان کے ''معافی نامے'' کی کیا حیثیت رہ گئی ہے اور خارجہ پالیسی خصوصاً ایٹمی توانائی کے لحاظ سے ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا یہ ساری کتھا اس امر کی غماز نہیں کہ ایران اور لیبیا پر زبان طعن دراز کرنے والے جنرل پرویز میں اپنے ذاتی ''دوست'' بش کا دباؤ برداشت کرنے کی سکت ہی نہ تھی جس کا نتیجہ محسنین پاکستان کی حد درجہ بے توقیری ہے۔ ہم دیانتداری سے کہنا چاہتے ہیں کہ صدر امریکہ کا ''پیشگی حملے'' کا بے اصول و بلا جواز ڈاکٹرائن ہی یہ گل کھلا رہا ہے اور اس کا براہ راست ہدفِ اوّلیں صرف اور صرف مسلم ممالک ہیں۔ اس کا ثبوت سقوطِ بغداد ہے۔ سرزمین عراق میں وسیع پیانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں (WEAPONS OF MASS DESTRUCTION) کی تلاش کے زیرِ عنوان غارت گری کی جو سیاہ تاریخ مرتب کی گئی، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اسی انداز میں یہ اعلان کہ ایٹمی پھیلاؤ کے مرتکبین کے خلاف براہِ راست کارروائی کی جائے گی۔ تاریخ حاضرہ میں ایک نئے باب کے اضافے کا اشارہ ہے اور اس کا حقیقی نشان پاکستان نظر آتا ہے۔ اس معاملے میں فرنٹ مین دوست بھی کلیتہً بے وقعت دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس نے تو ڈاکٹر خان کو کسی بھی طرح سہی معاف کر دیا ہے جبکہ اس کا ''ذاتی دوست'' معافی دینے پر ہرگز آمادہ و تیار نہیں ہے۔

جہاں تک پاکستانی عوام کا تعلق ہے، وہ زبردست محبِّ وطن ہونے کے باعث اپنے محسنوں اور ہیروز کا بے پناہ احترام کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ روا رکھے جانے والے بہیمانہ سلوک سے وہ بے طرح مضطرب و بے کل ہیں۔ وہ اس نام نہاد جمہوری حکومت کی کشمیر، افغان اور اب ایٹمی پالیسی سے دلی طور پر شاکی ہیں۔ فی الوقت دبے دبے لہجے میں ان کا احتجاج جاری ہے۔ واشنگٹن میں مقیم پاکستانی بھی خراج تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر ڈاکٹر خان اور اُن کے سائنسدان رفقاء کو قومی ہیرو قرار دیا اور اُن کے حق میں زبردست مظاہرہ کیا۔ ان کی تمام تر ہمدردیاں اپنے ہیروز اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہیں جنہیں مقتدر طبقے نے حزن وملال کے سوا کچھ نہیں دیا۔ وہ یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ آئندہ کوئی بھی اپنے بچوں کو نیوکلیر سائنٹسٹ نہ بنائے۔ صدر پرویز نے گزشتہ برس شاید ملائیشیا میں اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ ''ہماری پالیسیوں کی وجہ سے تاریخ میں ہمیں کہیں مغرب کے ایجنٹ نہ لکھا جائے'' تو یقین مانیے، لوگ دھڑلے سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ پاکستان کے گلی کوچوں اور گھر گھر میں آپ پر یہ پھبتی کسی جارہی ہے۔ لوگ آپ کی امریکہ نواز کارگزاریوں سے لہولہو ہیں۔ جنہوں نے ملک کے بھلے چنگے آشتی کے ماحول میں یکایک زہر ہلاہل گھول بکھیر دیا ہے۔ آپ کی خفیہ ایجنسیاں سب اچھا کی جورٹ لگارہی ہیں۔ صرف آپ کو مطمئن رکھنے کے لیے ہے، ورنہ حقائق یکسر مختلف ہیں۔ ہمارا گھر ہمارا وطن عزیز بری طرح نظرایا گیا ہے۔ لوگوں کی عجیب و غریب ہیجانی کیفیات ہیں۔ وہ ہنستے ہنستے جھلاّ کر رونا شروع کر دیتے ہیں، عجب جھنجھناہٹ کا شکار ہیں۔ لگتا ہے ایک اَن دیکھی آگ کے شعلے اُن کے رگ و پے کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی نیک شگون نہیں۔ جناب حبیب بٹالوی نے شاید ایسی ہی گھڑیوں کے لیے کہا تھا:

آگ لگی ہے گلشن گلشن پھول اور پات سے ڈر لگتا ہے
گھر کی خیر ہو میرے مولا گھر کی بات سے ڈر لگتا ہے

اُن کی پُرکاری اور ہماری سادگی؟

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لندن)

اس دنیا میں آ کر آنکھ کھولی تو اسلامی دنیا مغرب کی چیرہ دستیوں سے لہولہان تھی۔یعنی خلافتِ اسلامیہ (عثمانی) کا تیاپانچہ مغربی قزاقوں کے ہاتھوں ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا۔نوعمری شروع ہوئی تو مغرب کے آپس میں ٹکرانے اور باہم لہولہان ہونے (جنگِ عظیم دوم) کا منظر سامنے آیا۔پھر اس کے نتیجہ میں مغربی طاقتوں کی گرفت اپنے مقبوضات پر ڈھیلی پڑی تو تاریخ کا ایک نیا باب کھلنا شروع ہوا۔مغرب کے مقبوضات، چاہے وہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی، ایک ایک کر کے اس گرفت سے آزاد ہوئے۔اسلامی دنیا کا ایک حصّہ جو کمیونسٹ روس کے پنجۂ استبداد میں رہ گیا تھا، اللہ نے اس کے لئے آزادی کے اسباب بھی ''غیب'' ہی سے پیدا کر دیئے اور بیسویں صدی ختم ہونے سے پہلے ہی پہلے یہ حصہ بھی آزاد اسلامی دنیا میں شامل ہو گیا۔مگر پتہ چلا کہ ''آزادی'' اصل میں وہ ہے جو زورِ بازو سے حاصل کی جائے، نہ وہ کہ جو کسی کے دئے یا غیبی اسباب سے مفت مل جائے۔ہماری اس نو آزاد دنیا کی آزادی وخودمختاری کی کیا اوقات ہے؟ یہ اِن دنوں امریکی خرمستیوں سے ایسی روشن ہوئی ہے کہ کسی مزید بیان کی حاجت نہیں۔عالمِ اسلام کو پھر سے ایک نئی جدوجہدِ آزادی کا چیلنج درپیش ہے۔اور یہ جتنا بڑا ابتلاء عالمِ اسلام کے لئے ہے اُس کا ہم میں سے ہر فرد سے تقاضہ ہے کہ اپنی اپنی حیثیت وبساط کے مطابق پوری سنجیدگی سے اس میں حصہ لے۔

امریکی خرمستی کے پیچھے صیہونیت کا ہاتھ ہونا بھی کوئی ڈھکی چھپی چیز اب نہیں۔ہم عام لوگ تو اس کو کہتے ہی رہتے تھے، ہمارے اربابِ حکومت البتہ تکلف برتتے تھے، سو اس طبقہ پر بھی یہ تکلف بالآخر اتنا بھاری ہو ہی گیا کہ امسال او آئی سی کی دسویں سربراہی کانفرنس (اکتوبر 2003ء) میں جب کہ ساری دنیا (اور خاص کر امریکی اور صیہونی) اسی طرف کو نظریں جمائے اور کان لگائے ہوئے تھے، صدر کانفرنس وزیرِ اعظم ملیشیا مہاتر محمد نے اپنی صدارتی تقریر میں اس تکلف کو برطرف ہی کر دیا۔مہاتر نے صرف امریکہ ہی کے بارے میں نہ کہا کہ (صیہونی) یہودیوں نے اسے اپنے حق میں یرغمال بنا رکھا ہے، بلکہ دنیا (World) کا لفظ اس کی جگہ بولا۔

.(Todey the jews rule the world by proxy. They get other to fight and die for them)

اور اس بیان کی سولہ آنے سچائی سامنے آتے ذرا بھی جو دیر لگی ہو۔یہودیوں کو کچھ زیادہ کرنا نہیں پڑا۔بلکہ مہاتر نے جس ''دنیا'' کی طرف اشارہ کیا تھا یعنی مغربی دنیا (امریکہ بشمولِ یورپ) یہ پوری دنیا اسی لمحہ چیخ اٹھی کہ یہ کیسی بات کہہ دی گئی! یہ قطعاً ناقابلِ قبول ("Totally unacceptable") ہے۔اور ان میں سے برطانیہ نے تو سب سے آگے جا کر ملیشیائی سفیر کو باقاعدہ وزارتِ خارجہ میں طلب کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار اس پر کیا۔

الغرض عالمِ اسلام کی موجودہ آزمائشی اور ابتلائی صورتِ حال کا یہ وہ خاص پہلو ہے جسے کسی وقت بھی نظر انداز کرنے کی